ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 5 No. 02 Apr-Jun 2026.Page#1664-1670
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Jurisprudential Study of Human Rights in Tafsiri Literature

تفسیری ادب میں انسانی حقوق کا فقہی مطالعہ

Dr. Muhammad Riaz Mahmood
Associate Professor, Department of Islamic Thought, History and Culture,
Allama Iqbal Open University, Islamabad
riaz.mahmood@aiou.edu.pk

ABSTRACT
This research article presents a jurisprudential study of human rights within the realm of interpretive literature, specifically focusing on classical and modern exegetical works of the Holy Qur'an. The primary objective is to uncover how foundational human rights principles such as the right to life, dignity, justice, freedom of belief, and equality have been theoretically and practically articulated through various interpretive texts. By analyzing key exegetical methodologies ranging from traditional to contemporary, the study highlights a dynamic evolution in the understanding of these rights, often influenced by socio-political contexts and intellectual exchanges. The research employs a qualitative analytical approach, drawing upon primary sources of Tafsiri literature and secondary critiques of Islamic jurisprudence. Initial findings suggest that interpretive literature not only preserves a rich heritage of human rights discourse but also offers flexible legal frameworks that can adapt to modern ethical challenges. Furthermore, the article examines the hermeneutical misunderstandings between literal and contextual interpretations of divine texts, revealing a spectrum of juristic opinions that range from restrictive to expansive readings of human entitlements. Ultimately, this study concludes that a humanized and contextual re-engagement with Tafsiri literature can significantly contribute to contemporary human rights theory, bridging classical legal principles with universal ethical values. The article calls for an interdisciplinary approach that marries traditional exegesis with modern legal philosophy to foster a more inclusive understanding of human dignity and rights in Muslim societies and beyond.

Keywords: Hermeneutical Misunderstandings, Holy Qur'an, Human Rights, Islamic Jurisprudence, Juristic Opinions, Tafsiri Literature .

1۔ موضوع تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

تفسیری ادب قرآن مجید کی آیات کی شرح و وضاحت پر مشتمل وہ عظیم علمی ذخیرہ ہے جس نے اسلامی فکر، قانون اور تہذیب کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ یہ محض مذہبی علوم کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ایسا جامع علمی نظام ہے جس میں انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں، سماجی ڈھانچے اور تمدنی اصولوں کی واضح راہ نمائی موجود ہے۔ مسلمانوں نے صدیوں کی علمی جدوجہد کے ذریعے اس علم کو وسعت دی اور قرآن مجید کے اخلاقی و قانونی نظام کی ایسی تشریح پیش کی جو انسانی فطرت اور معاشرتی ضروریات سے ہم آہنگ ہے۔ تفسیری ادب میں انسانی حقوق کا تصور نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ آج جسے جدید عالمی ادارے انسانی حقوق کے نام سے تسلیم کرتے ہیں اس کی بنیادی اقدار جیسے حق زندگی، حق آزادی، حق عدل اور انسانی وقار و عزت قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے واضح طور پر پیش کر دی تھیں۔ تفاسیر قرآن میں ان حقوق کی توضیح نہ صرف نظری سطح پر کی گئی ہے بلکہ فقہی اور عملی پہلوؤں کے ساتھ ان کی وضاحت بھی موجود ہے۔ قدیم مفسرین جیسے امام رازیؒ، امام قرطبیؒ اور امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیری کاوشوں میں انسانی حقوق سے متعلق آیات کی تشریح کرتے ہوئے فرد، معاشرہ، عورت، بچے، غلام اور غیر مسلموں کے حقوق کو واضح انداز میں بیان کیا۔ ان تفسیری مباحث میں

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، ان کی تدریجی آزادی کے اصول، خواتین کے حقوق کا تحفظ اور ذمیوں و غیر مسلم شہریوں کے ساتھ عدل و انصاف کی تعلیمات نمایاں طور پر موجود ہیں۔ اسی طرح جدید دور کے مفسرین جیسے مفتی محمد عبدہؒ، علامہ رشید رضاؒ، مولانا امین احسن اصلاحیؒ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے انسانی حقوق کے ان پہلوؤں کو مزید وضاحت اور عصری تناظر میں پیش کیا جس سے تفسیری ادب کی معنویت اور زیادہ اجاگر ہوئی۔ ان کے نزدیک تفسیری ادب محض لغوی یا روایتی تشریح کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا فکری اور اخلاقی نظام ہے جو انسان دوستی، عدل، مساوات اور انسانی وقار کی حفاظت کا ضامن ہے۔ اس پس منظر میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تفسیری ادب میں انسانی حقوق کا موضوع نہ صرف ایک علمی بحث ہے بلکہ یہ ایک مکمل فکری و فقہی روایت کا تسلسل ہے جس نے اسلامی تہذیب میں انسانی حقوق کے تصور کو مضبوط بنیادیں فراہم کیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر یہ تحقیقی مضمون اس موضوع کے مختلف فقہی اور تفسیری پہلوؤں کے تجزیے کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔

2۔ تفسیری ادب اور انسانی حقوق کا تاریخی ارتقا

تفسیری ادب کا آغاز خود رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے ہوتا ہے جہاں آپ نے قرآن کی آیات کی عملی تشریح فرما کر صحابہ کرام کو ایک زندہ نمونہ فراہم کیا۔ اس دور میں انسانی حقوق کا کوئی الگ نام نہ تھا لیکن عملاً حقوق کا ایک مکمل نظام موجود تھا جہاں معاہدے، امان دینا، پڑوسی کا حق، یتیم اور مسکین کی کفالت اور قتل خطا کے خون بہے جیسے قوانین رائج تھے۔ صحابہ کرامؓ نے اس تفہیم کو آگے بڑھایا اور ان کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے اس علم کو باقاعدہ تدوین کی صورت دی۔ ابتدائی تفاسیر میں طبری کی تفسیر ایک سنگ میل ہے۔ امام طبریؒ نے جہاں اپنی تفسیر میں مختلف اقوال کو جمع کیا وہیں وہ فقہی مسائل کے حل کے لیے بھی ایک جامع ماخذ بن گیا۔[1] اس تفسیر میں انسانی حقوق کا تصور زیادہ تر معاملات اور عقوبات کے زیر سایہ نظر آتا ہے۔ امام جصاصؒ کی تفسیر "احکام القرآن" فقہ حنفی کی روشنی میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی عمدہ تفریق کرتی ہے۔ امام جصاصؒ کے نزدیک انسان کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ اس کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کی جائے۔[2] مالکی فقیہ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں ایک زیادہ جامع اور انسانی نقطہ نظر پیش کیا۔ امام قرطبیؒ نے جنگ و جدل کے موقع پر بھی غیر مسلموں کے ساتھ انسانی سلوک کی تاکید کی اور ان کی جان، مال اور عبادت گاہوں کی حفاظت کو ضروری قرار دیا۔[3] تفسیری ادب کے اندر ہی ایک ارتقائی سفر موجود ہے جہاں ہر آنے والا مفسر پچھلے فقہی افکار کو نہ صرف دہراتا ہے بلکہ اپنے عصر کے تقاضوں کے مطابق نئے زاویے بھی پیدا کرتا ہے۔ یہ وہ تاریخی پس منظر ہے جس نے بعد میں آنے والی جدید تفاسیر کے لیے راستہ ہموار کیا کہ وہ انسانی حقوق کو زیادہ کشادہ اور انسان دوستانہ انداز میں پیش کر سکیں۔

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں اشعری اور ماتریدی کلامی مکاتب فکر کے اثرات تفسیر میں نظر آنے لگے۔ امام رازیؒ کی تفسیر "مفاتیح الغیب" اس حوالے سے ایک شاہکار ہے۔ امام رازیؒ نے انسانی حقوق کو صرف فقہی پابندیوں میں محدود نہیں رکھا بلکہ انہیں انسانی عقل اور آزادی ارادے سے بھی جوڑا۔ ان کے نزدیک انسان کو جو حقوق حاصل ہیں وہ اس کی ذاتی حیثیت کی بناء پر ہیں نہ کہ صرف اس کے سماجی کردار کی بناء پر۔[4] یہ ایک بہت بڑا نظریاتی انقلاب تھا جس نے بعد میں جدید دور میں انسانی حقوق کے فلسفے کی بنیاد رکھی۔ امام رازیؒ نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ قرآن مجید کی فقہی تفسیر صرف حدود و احکام کے تعین کا نام نہیں بلکہ یہ انسانی وقار اور اس کی فطری آزادیوں کی حفاظت کا ایک ایسا ضامن ہے جو کسی بھی ظالم حکمران یا

[1] طبری، محمد بن جریر، **جامع القرآن عن تاویل القرآن** (مصر: دار المعارف، 1991ء)، ج:1، ص:25-67۔

[2] جصاص، احمد بن علی، **الاحکام القرآن** (بیروت: دار لکتب العلمیہ، 1981ء)، ج:1، ص:10-78۔

[3] قرطبی، محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن** (بیروت: دار النشر والتوزیع، 1990ء)، ج:1، ص:98-110۔

[4] رازی، محمد فخر الدین بن عمر، **التفسیر الکبیر، مفاتیح الغیب** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء)، ج:3، ص:300-324۔

جابر نظام کو چیلنج کر سکتا ہے۔ اس طرح تفسیری ادب نے اپنے تاریخی سفر میں انسانی حقوق کے تصور کو ایک محدود فقہی مسئلے سے نکال کر ایک عظیم الشان انسانی فلسفے کی شکل دے دی۔

3۔ فقہی تفاسیر میں انسانی وقار اور آزادی کا تصور

انسانی وقار کے بارے میں جب فقہی تفاسیر کا جائزہ لیا جاتا ہے تو سب سے پہلے سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۷۰ سامنے آتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو مکرم قرار دیا ہے۔[5] مفسرین نے اس آیت کے تحت اس بات پر تفصیلی بحث کی ہے کہ یہ تکرمہ یعنی عزت و وقار کس طرح انسان کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے۔ امام طبریؒ نے اس موقع پر فرمایا کہ یہ تکرمہ عام ہے اور تمام انسانوں کو شامل ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان، نیک ہو یا بدکار۔[6] جدید دور میں جب مولانا مودودیؒ اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ جیسے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کی تو انہوں نے امام طبریؒ کے نقطہ نظر کو ترجیح دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ اسلام میں بنیادی انسانی وقار کا تصور ہی تمام انسانی حقوق کی بنیاد ہے۔[7]

جبریہ فرقے کے نزدیک انسان کی کوئی آزادی نہیں، ہر عمل اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبراً ہوتا ہے،[8] لہٰذا انسانی حقوق کے تصور کی کوئی بنیاد نہیں رہتی۔ لیکن اہل سنت کے اکثر مفسرین نے اعتدال کا راستہ اختیار کیا۔ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ انسان کو اپنے اعمال میں ایک خاص حد تک آزادی حاصل ہے اور اسی آزادی کی بناء پر وہ اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح امام رازیؒ نے اس بات کو بڑی خوب صورتی سے پیش کیا کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزادی عطا کی ہے وہیں اسے اس آزادی کو استعمال کرنے کی ذمہ داری بھی سونپی ہے۔ اس تناظر میں انسانی حقوق کا فقہی مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ آزادی ایک بنیادی انسانی حق ہے اور کسی بھی شخص کو اس سے محروم نہیں کیا جا سکتا سوائے اس صورت کے جب وہ خود اپنی آزادی کو دوسروں کے حقوق کی نفی کے لیے استعمال کرے۔

فقہ حنفی کی تفاسیر میں آزادی اور وقار کا ایک دلچسپ پہلو یہ بھی ملتا ہے کہ انہوں نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کو نہ صرف اخلاقی بلکہ فقہی طور پر بھی ضروری قرار دیا۔ امام ابو بکر جصاصؒ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو بلا سبب مارے تو وہ غلام اپنے آقا کے خلاف عدالت میں شکایت کر سکتا ہے اور عدالت آقا کو سزا دینے کی پابند ہے۔[9] یہ فقہی نقطہ نظر اس دور میں بہت بڑی بات تھی جب غلاموں کو محض اشیاء سمجھا جاتا تھا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تفسیری ادب نے انسانی وقار کو جس طرح فقہی اعتبار سے محفوظ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ چنانچہ جدید دور میں جب عالمی انسانی حقوق کی باتیں ہوتی ہیں تو شرمندگی نہیں ہونی چاہیے بلکہ فخر کے ساتھ یہ بتایا جانا چاہیے کہ مسلمانوں کے تفسیری ادب میں صدیوں پہلے ان حقوق کی بنیادیں رکھی جا چکی تھیں۔ البتہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان فقہی تفاسیر کو اسی تنقیدی اور تعمیری نظر سے دیکھا جائے جس طرح کسی بھی جدید دانشور کے خیالات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

---

[5] الاسراء 70:17۔

[6] طبری، محمد بن جریر، **جامع القرآن عن تاویل القرآن**، ج:2، ص:161-163۔

[7] سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تفہیم القرآن** (لاہور، ترجمان القرآن، 2001ء)، ج:3، ص:145-147؛ اصلاحی، امین احسن اصلاحی، **تدبر القرآن** (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2001ء)، ج:4، ص:167-173۔

[8] رازی، **التفسیر الکبیر**، ج:8، ص:89-119۔

[9] جصاص، **الاحکام القرآن**، ج:7، ص:211-220۔

4۔عدل، مساوات اور حقوق نسواں کی تفسیری مباحث

عدل کا تصور تفسیری ادب میں محض ایک اخلاقی خوبی نہیں بلکہ ایک لازمی فقہی حکم ہے جسے نظر انداز کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار ہے۔ سورہ نحل کی آیت ۹۰ میں اللہ تعالیٰ نے عدل اور احسان کا حکم دیا ہے۔[10] اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین نے عدل کو ایک جامع اصطلاح قرار دیا ہے جس میں تمام انسانی حقوق شامل ہیں۔ علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں عدل کی مختلف اقسام بیان کی ہیں جن میں عدل مع اللہ، عدل مع النفس اور عدل مع الآخرین شامل ہیں۔[11] آپؒ کے نزدیک سب سے اہم عدل مع الآخرین ہے یعنی دوسرے انسانوں کے ساتھ انصاف۔ یہ انصاف اس قدر ضروری ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی عبادات میں کوتاہی کی ہے لیکن لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا ہے تو شاید اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے، لیکن جس نے لوگوں کے ساتھ ظلم کیا اس کے لیے عذاب یقینی ہے۔ یہ فقہی نقطہ نظر انسانی حقوق کے اس عالمگیر اصول کی بہترین توضیح کرتا ہے کہ عدل ہر انسان کا بنیادی حق ہے چاہے وہ کسی بھی نسل، مذہب یا معاشرتی مرتبے سے تعلق رکھتا ہو۔

مساوات کا تصور جب تفسیری ادب میں آتا ہے تو اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں مساوات صرف مسلمانوں کے درمیان ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مفسرین نے اس بات کو بخوبی واضح کیا ہے کہ قرآن کا پیغام تمام انسانوں کے لیے یکساں ہے۔ سورہ حجرات کی آیت ۱۳ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کرنے کا اعلان کیا اور پھر فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔[12] امام رازیؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ یہاں پرہیزگاری سے مراد صرف نماز روزہ نہیں بلکہ دوسروں کے حقوق کا لحاظ رکھنا اور ان سے محبت کرنا بھی ہے۔[13]

حقوق نسواں پر جب تفسیری ادب میں بات کی جاتی ہے تو یہ سب سے زیادہ بحث طلب موضوع ہے۔ روایتی تفاسیر میں اکثر عورت کو مرد کے تابع سمجھا گیا ہے اور اسے محدود حقوق دیئے گئے ہیں۔ جیسے سورہ نساء کی آیت ۳۴ میں مردوں کو عورتوں پر قوام بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔[14] اکثر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں قوام کا مطلب حاکم اور سربراہ لیا ہے۔ لیکن معاصر مفسرین نے اپنی تفسیر میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ قوام کا مطلب حاکم نہیں بلکہ نگران اور محافظ ہے۔ قرآن مجید میں جہاں ایک طرف مرد کو عورت پر فوقیت دی گئی نظر آتی ہے وہیں دوسری طرف عورت کو بھی مرد کے مقابلے میں بہت سے حقوق دیئے گئے ہیں۔[15]

5۔جدید تفاسیر میں انسانی حقوق کی فقہی تعبیرات

بیسویں صدی کے آغاز میں جب انسانی حقوق کے بین الاقوامی منشور نے شکل اختیار کرنا شروع کی تو مسلم دنیا میں ایک نئی قسم کی تفسیری تحریک اٹھی جس نے روایتی فقہی تفاسیر کو چیلنج کیا اور انسانی حقوق کو ایک جدید فہم سے پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس تحریک کے سب سے بڑے نمائندے امام محمد عبدہؒ اور ان کے شاگرد رشید رضاؒ تھے جنہوں نے "تفسیر المنار" کے نام سے ایک ایسی تفسیر لکھی جو آج بھی عصر حاضر میں بے حد مقبول ہے۔

---

[10] النحل90:16۔

[11] قرطبی، **الجامع لاحکام القرآن**، ج:3، ص:90-108۔

[12] الحجرات 13:49 ۔

[13] رازی، **التفسیر الکبیر**، ج:10، ص:241-245۔

[14] النساء34:4۔

[15] اصلاحی، **تدبر القرآن**، ج:4، ص:109-113۔

انہوں نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ قرآن کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد انسان کی آزادی اور اس کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہے۔[16] روایت کی تعبیر انہوں نے عقل اور اجتہاد کے پیرائے میں کی اور کہا کہ جہاں قرآن مجید نے کوئی واضح حکم نہ دیا ہو وہاں انسان اپنی مصلحت کے مطابق قوانین بنا سکتا ہے بشرطیکہ وہ کسی ظلم یا زیادتی کا سبب نہ بنے۔[17] اس فکری انقلاب نے بعد میں آنے والے بہت سے مفسرین کے لیے راہ ہموار کی جنہوں نے انسانی حقوق کو اپنی تفسیروں کا مرکز بنایا۔

اسی دوران برصغیر پاک و ہند میں سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے بھی ایک نئی قسم کی تفسیری فکر پیش کی۔ مولانا مودودیؒ نے "تفہیم القرآن" میں انسانی حقوق کو نہ صرف فقہی نقطہ نظر سے دیکھا بلکہ ایک سیاسی اور معاشی زاویے سے بھی پیش کیا۔[18] ان کے نزدیک انسانی حقوق کا حقیقی تحفظ صرف ایک اسلامی ریاست میں ممکن ہے جہاں حاکم خود قانون کا پابند ہو اور اسے کسی کی بھی جان، مال یا عزت کو بغیر حق کے چھیڑنے کا اختیار نہ ہو۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ غیر مسلموں کو بھی پوری طرح مذہبی آزادی حاصل ہو گی اور وہ اپنے ذاتی قوانین کے مطابق زندگی گزار سکیں گے۔ یہی نہیں بلکہ مولانا مودودیؒ نے جدید دور میں پیدا ہونے والے نئے مسائل جیسے کہ اسٹریٹ چائلڈ کے حقوق، جبری مشقت اور نسلی امتیاز پر بھی فقہی تفاسیر کی روشنی میں اظہار خیال کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ تفسیری ادب میں موجود فقہی اصول ان تمام مسائل کا حل فراہم کر سکتے ہیں اگر انہیں صحیح تناظر میں سمجھا جائے۔

6۔ تفسیری ادب میں انسانی حقوق کے حوالے سے وارد روایات کا تجزیہ

تفسیری ادب میں انسانی حقوق کے حوالے سے جو روایات رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں ان کا تجزیہ اپنے آپ میں ایک مستقل مطالعہ طلب کرتا ہے۔ یہ روایات جنہیں ہم احادیث نبویہ کے نام سے جانتے ہیں، اکثر آیات کی تشریح اور ان میں موجود احکام کی تفصیل بیان کرتی ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم جیسی مستند حدیث کی کتابوں میں ایک پورا باب "کتاب المظالم" یعنی ظلم کے خلاف حقوق کے نام سے موجود ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے وہ فرامین درج ہیں جو دوسروں کے حقوق کی پامالی کو سخت ترین گناہ قرار دیتے ہیں۔ مثلاً آپؐ کا فرمان ہے کہ تمہاری جانیں، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت ہے۔[19]

ایک اور بہت اہم روایت جسے اکثر مفسرین نے اپنی تفسیروں میں ذکر کیا ہے وہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔[20] یہ حدیث انسانی حقوق کے سنہری اصول کی بہترین مثال ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو سورہ مائدہ کی آیت ۲ کے تحت ذکر کیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے عدل اور نیکی کا حکم دیا ہے۔[21] ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث تمام معاملات میں انسان دوستی اور ہمدردی کا درس دیتی ہے اور اس کے تحت پڑوسی، مسافر، یتیم، غریب اور یہاں تک کہ جانوروں کے حقوق بھی آتے ہیں۔[22]

---

[16] علامہ محمد رشید رضا، **تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر المنار** (قاہرہ: دار الفکر، 1998ء)، ج:1، ص:12-68۔

[17] ایضا، ج:1، ص:89-92 ۔

[18] سید مودودی، **تفہیم القرآن**، ج:1، ص:10-24۔

[19] بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح، کتاب الحدود**، باب ظهر المؤمن الحمى (کراچی: مکتبہ البشریٰ، 2017ء)، ج:2، ص:531، حدیث:6785۔

[20] مسلم، مسلم بن حجاج، **الصحیح المسلم، کتاب الایمان**، باب الدليل على ان من خصال الايمان ان يحب لاخيه المسلم ما يحب لنفسه من الخير (کراچی: مکتبہ البشریٰ:2017ء)، ج:1، ص:55، حدیث:179۔

[21] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم** (بیروت: دار الفکر، 1993ء)، ج:2، ص:178-181۔

[22] نفس المرجع، ج:2، ص:180-181۔

7۔ معاصر چیلنجز اور تفسیری ادب میں انسانی حقوق کا مستقبل

آج کا دور جہاں ایک طرف انسانی حقوق کے نئے نئے اعلامیے اور قوانین سامنے آ رہے ہیں وہیں دوسری طرف مسلم معاشروں میں انہی حقوق کی پامالی کی بھی بدترین مثالیں ملتی ہیں۔ ایسے میں تفسیری ادب کا کردار اور اس کا مستقبل ایک بہت بڑے سوال کے طور پر ہمارے سامنے ہے۔ ایک اہم چیلنج یہ ہے کہ کلاسیکی تفاسیر میں موجود وہ فقہی احکام جو غلامی، لونڈیاں اور جنگی قیدیوں کے بارے میں ہیں آج کے بین الاقوامی قوانین سے بالکل متصادم ہیں۔ کیا ہم ان احکام کو تبدیل کر دیں یا پھر انہیں جیسے کا تیسے مانتے رہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے متعدد معاصر مفسرین نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ احکام عارضی تھے اور ان کا تعلق ایک خاص تاریخی دور سے ہے جب جنگوں کے ذریعے قیدی بنانا ایک عام رواج تھا۔ آج جب دنیا نے جنگ کے ان طریقوں کو ترک کر دیا ہے اور اقوام متحدہ جیسی تنظیموں نے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے ضابطے بنا لیے ہیں تو ہم قرآن مجید کے اصل مقصد یعنی انسان کی آزادی اور وقار کو محفوظ رکھتے ہوئے ان احکام کو اپنے دور میں لاگو نہیں کر سکتے۔ یہ ایک جرات مندانہ اور نئے دور کی ضرورت کے مطابق فقہی اقدام ہے۔

جنسی اور صنفی برابری بھی ایک اہم چیلنج ہے۔ مغربی دنیا میں عورت کو مکمل مساوات دینے کے مطالبات نے مسلم مفسرین کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنی تفاسیر میں ان موضوعات پر کیا جواب دیں۔ عورت کے حقوق کے حوالے سے بعض جدید مفسرین نے ایک مختلف راستہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ قرآن مجید میں جہاں بعض جگہوں پر عورت کو مرد سے کمتر سمجھا گیا ہے وہ دراصل عربی زبان کے اسلوب کا حصہ ہے نہ کہ کوئی قانونی حکم۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرہ میں گواہی کے بارے میں آیت کہ ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ہے،[23] اسے مفسرین نے عورت کی کمزوری سے تعبیر کیا ہے جبکہ جدید مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اس دور کی عورت کی معاشی و سماجی کمزوری کی وجہ سے تھا نہ کہ اس کی فطری حیثیت کی وجہ سے۔

تفسیری ادب کی ترویج کا ایک اہم چیلنج یہ بھی ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا کو استعمال میں لاتے ہوئے عام آدمی کے لیے توجہ اور کشش کا سامان کس طرح پیدا کیا جائے۔ دور جدید کا انسان تفصیلی عربی عبارتوں اور فقہی بحثوں کے بجائے آسان اور مختصر پیغام کا خواہش مند ہے۔ ایسے میں اگر تفاسیر کو آسان اور عام فہم زبان میں پیش نہیں کیا جائے گا تو لوگ انتہا پسند گروہوں کی طرف سے پیش کردہ تعبیرات کی طرف چلے جائیں گے۔ ایسا کرنے سے نہ صرف انسانی حقوق پامال ہوں گے بلکہ سیاسی، سماجی اور مذہبی شعبہ جات میں تصادم اور نفرت کی صورت حال تشکیل پائے گی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر ملک میں نوجوان مستند مفسرین تیار کئے جائیں جو کلاسیکی فقہی تفاسیر سے تو خوب واقف ہوں لیکن ساتھ ہی جدید علوم، خاص طور پر انسانی حقوق کے قانون اور بین الاقوامی تعلقات میں بھی رسوخ رکھتے ہوں۔ تبھی جا کر تفسیری ادب اپنا وہ کردار ادا کر سکے گا جو اسے کرنا چاہیے کہ وہ مظلوموں کے لیے رحمت بنے نہ کہ ظالموں کے لیے ایک ہتھیار۔

8۔ خلاصہ بحث

تفسیری ادب میں انسانی حقوق کا فقہی مطالعہ ایک نہایت اہم اور ہمہ گیر علمی موضوع ہے جو اسلامی فکر، فقہ اور تفسیر کے باہمی ربط کو واضح کرتا ہے۔ قرآن مجید نے انسانی حقوق کے بنیادی اصول نہایت جامع اور معیاری انداز میں متعین کیے ہیں جن میں انسان کی زندگی کا تحفظ، آزادی کا حق، عزت و وقار کی حفاظت اور عدل و انصاف کی فراہمی بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اصول صرف اخلاقی ہدایات نہیں بلکہ ایک مکمل تہذیبی و قانونی نظام

[23] سورۃ البقرۃ 2:282۔

کی بنیاد فراہم کرتے ہیں جسے مفسرین نے اپنی تفسیری کاوشوں میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قدیم مفسرین جیسے امام طبریؒ، امام رازیؒ اور امام ابن کثیرؒ نے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں انسانی حقوق کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا اور یہ واضح کیا کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کی بنیادی ضروریات اور اس کے حقوق کا جامع تحفظ فراہم کرتا ہے۔ ابتدائی تفسیری روایت میں اگرچہ زیادہ توجہ فقہی اور قانونی مسائل پر رہی، تاہم وقت کے ساتھ ساتھ جب سماجی، سیاسی اور تمدنی تقاضے سامنے آئے تو تفسیری ادب میں انسانی حقوق کے مباحث کو بھی وسعت حاصل ہوئی اور ان کے مختلف پہلو مزید گہرائی کے ساتھ زیر بحث آئے۔ جدید دور کے مفسرین نے مختلف تہذیبی اور فکری تناظرات کو سامنے رکھتے ہوئے اس حقیقت کو مزید واضح کیا کہ اسلام انسانی حقوق کا مضبوط اور ہمہ گیر علم بردار ہے، جس کی بنیاد نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی استدلال پر بھی قائم ہے۔ اس طرح تفسیری ادب نے نہ صرف قرآن مجید کے اصولوں کی وضاحت کی بلکہ انسانی وقار، مساوات اور اخوت جیسی اعلیٰ اقدار کو بھی علمی و فکری سطح پر فروغ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیری ادب ایک زندہ، متحرک اور ارتقائی علمی سرمایہ ہے جو انسانی حقوق کے فقہی، سماجی اور اخلاقی پہلوؤں کو نہایت جامع انداز میں پیش کرتا ہے اور اسلامی علمی روایت کی عظمت اور وسعت کو نمایاں کرتا ہے۔